THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

تبلیغی جماعت کے تربیتی نصاب کی شرعی حیثیت اور بدعت کے اعتراض کے تناظر میں ایک تحقیقی مطالعہ

The Shariah Status of the Training Curriculum of Tablighi Jamaat: A Research Study in the Context of the Objection of Bid'ah

Mufti Rafee uddin
PhD Scholar (Quran and Sunnah) University of Karachi
Email:rafiuddinsahar@gmail.com

Abstract:

A frequently raised criticism of the Tablighi Jamaat is that its contemporary methodology of da'wah characterized by the formulation of six foundational principles (faith, prayer, knowledge and remembrance of Allah, honoring fellow Muslims, sincerity of intention, and da'wah and tabligh), their presentation in a prescribed sequence, and their adoption as the central framework of its missionary activities lacks explicit precedent in this specific form during the Prophetic era or the period of the righteous early generations (the Companions, the Successors, and their Successors). Critics further contend that the practice of allocating fixed periods for missionary engagement, such as three days, forty days, four months, and one year, organizing collective outreach tours (gasht), emphasizing these programs, and maintaining regular gatherings on Thursday nights and other occasions, constitutes a religious innovation (bid'ah) and an unwarranted addition to the religion.

This article critically examines this objection through the lens of the Qur'an, the Sunnah, Islamic jurisprudence, established principles of da'wah, and the perspectives of contemporary Muslim scholars. It seeks to assess whether the criticism is supported by sound religious and scholarly evidence or whether it arises from a misunderstanding of the distinction between immutable religious teachings and administrative, educational, and organizational means employed for their propagation. The study aims to provide a balanced and objective evaluation of the issue and to clarify the legitimacy of such methodologies within the broader framework of Islamic legal and doctrinal principles.

ترجمہ: تبلیغی جماعت پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس کا جو مروجہ طریقہ ہے، جس میں چھ نکات اور نمبرات (نمبرات (ایمان، نماز، علم وذکر، اکرام مسلم، اخلاص نیت، اور دعوت و تبلیغ) کو ایک مخصوص ترتیب سے بیان کرنا اور اسے تبلیغ کا محور بنانا۔ سہ روزہ (۳دن) چلہ (۴۰ دن) چار ماہ اور سال لگانے اور اجتماعی گشت کا نظام بنانا اور اس پر زور دینا اور شب جمعہ اور دیگر اجتماعات وغیرہ کا التزام کرنا، یہ سب نہ تو عہدِ نبوی ﷺ میں ثابت ہے اور نہ ہی خیر القرون (صحابہ کرامؓ، تابعین اور تبع تابعین) کے زمانے میں اس مخصوص صورت میں پایا جاتا ہے۔ لہذا دعوت و تبلیغ کا یہ مروجہ طریقہ بدعت ہے اور دینی دعوت میں نیا اضافہ ہے۔

اس آرٹیکل میں قرآن، سنت، فقہ اسلامی اور دعوتی اصول کی روشنی میں اس اعتراض کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے، جس کا بنیادی مقصد اس بات کو واضح کرنا ہے کہ آیا یہ اعتراض واقعی قابل قبول ہے یا محض ایک وہم، سوء فہم یا جزوی غلطی ہے؟۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

تمہید

عصرِ حاضر میں دعوت دین کے مختلف طریقے اور مناہج وجود میں آئے ہیں، جن میں تبلیغی جماعت ایک نمایاں اور مؤثر دعوتی تحریک کے طور پر جانی جاتی ہے۔ اس جماعت نے عوام الناس میں بنیادی دینی شعور، عبادات کی پابندی اور دین سے عملی وابستگی پیدا کرنے میں قابلِ ذکر کردار ادا کیا ہے۔

تبلیغی جماعت نے اپنے قیام سے لے کر آج دنیا کے تقریباً تمام خطوں میں کام کیا اور اس کی وجہ سے بیشمار مسلمانوں کی زندگیوں میں دینی واخلاقی تبدیلیاں آئی ہیں۔ اس جماعت کی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے دعوت دین کو بالکل سادہ، غیر مناظرانہ، غیر سیاسی اور عوامی سطح پر متعارف کرایا، جس میں عالم، تاجر، مزدور، کسان اور عام مسلمان سب شریک ہوسکتے ہیں۔ اسی وجہ سے تبلیغی جماعت ایک نمایاں اور مؤثر دعوتی تحریک کے طور پر جانی جاتی ہے۔

تاہم تبلیغی جماعت ایک مقبول جماعت ہونے کے باوجود دوسروں کے اعتراضات سے محفوظ نہیں ہے۔ جس طرح ہر منظم دعوتی تحریک پر علمی وفکر تنقید کی جاتی ہے، اسی طرح تبلیغی جماعت بھی مختلف النوع اعتراضات کا سامنا کر رہی ہے۔

بہر حال یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی دینی تحریک یا جماعت اعتراضات اور تنقید سے خالی نہیں ہوتی۔ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام تک کو اعتراضات، الزامات اور مخالفت کا سامنا کرنا پڑا، تو چہ جائے کہ بعد کی اصلاحی تحریکیں ان سے محفوظ رہتیں۔ اسی طرح تبلیغی جماعت بھی اس اصول سے مستثنیٰ نہیں۔ اس جماعت پر مختلف حلقوں کی جانب سے علمی، فکری، فقہی، دعوتی اور عملی نوعیت کے اعتراضات کیے جاتے رہے ہیں۔

ان اعتراضات میں بعض اعتراضات خلوص نیت پر مبنی، اصلاحی تنقید کے زمرے میں آتے ہیں، جبکہ بعض اعتراضات لاعلمی، غلط فہمی، مبالغہ آرائی یا تعصب کا نتیجہ محسوس ہوتے ہیں۔ کچھ اعتراضات ایسے بھی ہیں جو جزوی طور پر درست ہونے کے باوجود کلی طور پر جماعت کے وجود یا اس کے بنیادی مقصد کو مشکوک بنانے کی کوشش کرتے ہیں، جو علمی دیانت کے منافی ہے۔ تاہم ان اعتراضات میں سے ایک بڑا اعتراض تبلیغی نصاب پر بدعت ہونے کا ہے۔

تبلیغی جماعت چونکہ ایک بہت بڑی اور عالمی دینی تحریک ہے، اور اس کے نصاب کو بدعت کہنا بہت بڑا اعتراض ہے۔ اس پس منظر میں اس اعتراض کا غیر جانب دارانہ اور تحقیقی جائزہ لینا علمی لحاظ سے بہت اہمیت کا حامل ہے۔

اس تحقیق سے نہ تو تبلیغی جماعت کی غیر مشروط وکالت ہے اور نہ ہی اس کی تردید، بلکہ حقائق تک رسائی، علمی توازن اور منصفانہ تجزیہ ہے۔؟ ایک محقق کا فرض یہ ہے کہ وہ اعتراض کو اس کے اصل مصادر، دلائل اور علمی نتائج کی روشنی میں پرکھے، پھر یہ طے کرے کہ آیا وہ اعتراض واقعی قابل قبول ہے یا محض ایک وہم، سوء فہم یا جزوی غلطی ہے؟۔

لہذا ذیل میں اس اعتراض کو واضح کر کے اس تجزیہ قرآن، سنت، فقہ اسلامی، دعوتی اصول اور معاصر علماء کی آراء کی روشنی میں کیا جائے گا۔

اعتراض: تبلیغ کا مروجہ طریقہ اور اس کا نصاب بدعت ہے

تبلیغی جماعت کا جو مروجہ طریقہ ہے، جس میں چھ نکات اور نمبرات (ایمان، نماز، علم وذکر، اکرام مسلم، اخلاص نیت، اور دعوت و تبلیغ) کو ایک مخصوص ترتیب سے بیان کرنا اور اسے تبلیغ کا محور بنانا۔ سہ روزہ (۳دن) چلہ (۴۰دن) چار ماہ اور سال لگانے اور اجتماعی گشت کا نظام بنانا اور اس پر زور دینا اور شب جمعہ اور دیگر اجتماعات وغیرہ کا التزام کرنا، یہ سب نہ تو عہدِ نبوی ﷺ سے ثابت ہے اور نہ ہی خیر القرون (صحابہ کرامؓ، تابعین اور تبع تابعین) کے زمانے میں اس کا ثبوت پایا جاتا ہے۔ لہذا دعوت و تبلیغ کا یہ مروجہ طریقہ بدعت ہے اور دینی دعوت میں ایک نئی چیز کا اضافہ ہے۔

اعتراض کا تحقیقی جائزہ

اس اعتراض کے جواب کی طرف جانے سے پہلے یہ واضح کر دیا جائے کہ بدعت کیا ہے اور اس کی کیا حقیقت ہے؟ بدعت کی حقیقت سمجھنے کے بعد اس کے تناظر میں جائزہ لیا جائے گا کہ کیا دعوت و تبلیغ کا مروجہ طریقہ بدعت کے ذمرے میں آتا ہے کہ نہیں؟

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

بدعت کا مفہوم اور اس کی شرعی تعریف

بدعت کا لغوی معنی

علامہ شاطبی رحمہ اللہ بدعت کا لغوی معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

وَأَصْلُ الْمَادَّةِ " بَدَعَ " لِلِاخْتِرَاعِ عَلَى غَيْرِ مِثَالٍ سَابِقٍ، وَمِنْهُ: قَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى: بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ(سورة البقرة ١١٧) أَيْ: مُخْتَرِعُهَا مِنْ غَيْرِ مِثَالٍ سَابِقٍ مُتَقَدِّمٍ[1]

ترجمہ: مادّہ "بدع" کی اصل معنی یہ ہے کہ کسی چیز کو بغیر کسی سابقہ نمونے اور مثال کے ایجاد کرنا۔ اسی معنی میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (سورۃ البقرۃ ۱۱۷) یعنی اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا ایسا پیدا کرنے والا ہے جس نے انہیں بغیر کسی پہلے سے موجود نمونے کے پیدا فرمایا۔

علامہ نوویؒ بدعت کا لغوی معنی یہ بیان کرتے ہیں کہ

كل شئى عمل على غير مثال سبق[2]

ترجمہ: ہر وہ چیز جس کسی سابق نمونہ کے بغیر کی جائے۔

بدعت کی شرعی اور اصطلاحی تعریف

بدعت کی شرعی اور اصلاحی کئی تعریفیں کی گئی ہیں، تاہم ان میں سے کچھ ملاحظہ ہوں:

علامہ شاطبی رحمہ اللہ بدعت کا لغوی معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

فَالْبِدْعَةُ إِذَنْ عِبَارَةٌ عَنْ: طَرِيقَةٍ فِي الدِّينِ مُخْتَرَعَةٍ، تُضَاهِي الشَّرْعِيَّةَ يُقْصَدُ بِالسُّلُوكِ عَلَيْهَا الْمُبَالَغَةُ فِي التَّعَبُّدِ لِلَّهِ سُبْحَانَهُ.

وَهَذَا عَلَى رَأْيِ مَنْ لَا يُدْخِلُ الْعَادَاتِ فِي مَعْنَى الْبِدْعَةِ، وَإِنَّمَا يَخُصُّهَا بِالْعِبَادَاتِ، وَأَمَّا عَلَى رَأْيِ مَنْ أَدْخَلَ الْأَعْمَالَ الْعَادِيَّةَ فِي مَعْنَى الْبِدْعَةِ، فَيَقُولُ: الْبِدْعَةُ: طَرِيقَةٌ فِي الدِّينِ مُخْتَرَعَةٌ، تُضَاهِي الشَّرْعِيَّةَ، يُقْصَدُ بِالسُّلُوكِ عَلَيْهَا مَا يُقْصَدُ بِالطَّرِيقَةِ الشَّرْعِيَّةِ.[3]

ترجمہ: پس بدعت کی تعریف یہ ہے کہ دین میں ایسا خود گھڑا ہوا (ایجاد کردہ) طریقہ جو شرعی طریقے سے مشابہت رکھتا ہو، اور جس پر چلنے سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت میں مبالغہ اور زیادہ تقرب حاصل کرنا مقصود ہو۔

یہ تعریف ان علماء کے نزدیک ہے جو عادات و معمولات کو بدعت کے مفہوم میں شامل نہیں کرتے، بلکہ بدعت کو صرف عبادات کے ساتھ خاص سمجھتے ہیں۔ البتہ جو علماء عام عادی اور معمول کے اعمال کو بھی بدعت کے مفہوم میں شامل کرتے ہیں، ان کے نزدیک بدعت کی تعریف یوں ہوگی کہ

دین میں ایسا خود ساختہ (ایجاد کردہ) طریقہ جو شرعی طریقے سے مشابہ ہو اور جس پر چلنے سے وہی مقصد حاصل کرنا مقصود ہو جو شرعی طریقے پر چلنے سے مقصود ہوتا ہے۔

یعنی اس طریقے کو اختیار کرنے والا اس سے وہی دینی غرض اور مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے جو شریعت کے مقرر کردہ طریقوں سے حاصل کیا جاتا ہے۔

حافظ ابن رجب بدعت کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

والمراد بالبدعة ماالحدث مما لا اصل له فى الشريعة يدل عليه واما ما كان له اصل من الشرع يدل عليه فليس ببدعة شرعا وان كان بدعة لغة[4]

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

ترجمہ: بدعت سے مراد وہ چیز ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو جو اس پر دلالت کرے اور بہر حال وہ چیز جس کی شرعیت میں کوئی اصل ہو جو اس پر دال ہے تو وہ شرعا بدعت نہیں ہے، اگرچہ لغت کے اعتبار سے بدعت ہو گی۔

مفتی کفایت اللہ صاحبؒ بدعت کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

بدعت ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کی اصل شریعت سے ثابت نہ ہو یعنی قرآن مجید اور احادیث شریف میں اس کا ثبوت نہ ملے اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ اور تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں اس کا وجود نہ ہو اور اسے دین کا کام سمجھ کر کیا یا چھوڑا جائے۔[5]

بدعت کی مذکورہ تفصیل سے یہ معلوم ہو گیا کہ بدعت اس عمل کو کہا جاتا ہے جس کی اصل شریعت سے ثابت نہ ہو اور اس عمل کو دین کا حصہ سمجھ کر کیا جائے۔

اب مذکورہ بدعت کی تعریف کو سامنے رکھ کر یہ غور کیا جائے کہ کیا نبی ﷺ اور خیر القرون میں دعوت و تبلیغ موجود تھی؟ ظاہر بات ہے اس کا جواب ہاں میں دیا جائے گا، کیونکہ یہ بات مسلم ہے کہ دعوت الی اللہ، تعلیم، ایمان کی تجدید، سفر دعوت، جماعتی نظم یہ چیزیں عہدی نبوی ﷺ اور عہد صحابہؓ میں موجود تھے۔ مثلاً نبی ﷺ کا صحابہ کو دعوت کے لئے بھیجنا، صحابہ کرام کا مہینوں سفر میں رہنا، اہل صفہ کا مستقل نظام، مختلف قبائل کے وفود کا قیام، یہ تمام چیزیں سرانجام دی جاتی تھیں، بس فرق یہ ہے کہ وہ طریقے غیر مدون تھے اور تبلیغی جماعت نے انہیں مدون شکل دی۔ جب دعوت و تبلیغ آپ ﷺ اور صحابہ کی زندگی میں تھا تو اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ دعوت و تبلیغ کا کام ایسا ہے جو کہ شریعت میں اصل مطلوب ہے اور رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا ایک عظیم مقصد ہے۔ لہٰذا دعوت و تبلیغ کا جب شریعت میں مطلوب ہے تو اس کو بدعت نہیں کہا جا سکتا۔ ہاں البتہ دعوت و تبلیغ جو طریقہ ہے، وہ مختلف ہے، اور وہ از قبیل وسائل اور ذرائع ہے جو زمان اور مکان کے اعتبار سے مختلف ہو سکتا ہے۔

مقاصد اور وسائل میں فرق

یہاں یہ واضح رہے کہ شریعت اسلامیہ میں ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ مقاصدِ شریعت توقیفی ہوتے ہیں، یعنی عبادت وہی ہے اور اسی طریقہ کے مطابق سرانجام دیا جائے جس طرح شارع علیہ السلام نے واضح فرمایا ہے۔ معاملات اور وسائل میں اصل اباحت ہے، یعنی اس پابندی نہیں ہے، کسی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے کوئی بھی جائز وسیلہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ زمان اور مکان کے اعتبار سے بدل سکتے ہیں اور بدلتے رہتے ہیں۔ مقاصد کے حصول کے لئے جو طریقے اختیار کیے جائیں اگر وہ کسی صریح نص کے خلاف نہ ہوں، اور بذاتِ خود حرام نہ ہوں تو وہ شریعت کی نظر میں قابلِ قبول اور جائز وسائل شمار ہوں گے۔

مثلاً حج ایک عظیم عبادت ہے، رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے زمانے میں لوگ حج کی عبادت سرانجام دینے کئے گھوڑوں اور اونٹوں پر سفر کر کے آتے تھے اور بعض کشتی میں سوار ہو کر آتے تھے، اور آج کل لوگ ہوائی جہازوں میں آتے ہیں، تو جس طرح مکہ مکرمہ پہنچنے کے لئے کوئی بھی سواری ایک وسیلہ ہے، وہ کسی بھی جائز طریقے مقصود پہنچنے کا ایک ذریعہ اور وسیلہ ہے۔

اسی طرح مثلاً دینی مدارس کے نظام کو لیجیے، اس میں اصل مقصد علم دین حاصل کرنا ہے اور کے حصول کے لئے مدارس میں ابتدائیہ، ثانویہ، عالمیہ وغیرہ، اس طرح اساتذہ اور طلبہ کی قیام گاہوں کی تعمیرات، ششماہی وسالانہ امتحانات، تکمیل حفظ قرآن و دستار بندی کے جلسے وغیرہ، یہ سب ذرائع اور وسائل ہیں۔

اسی طرح تزکیہ نفس کے نظام کو لیجیے، تصوف کا مقصد اخلاقِ حمیدہ مثلاً صبر، شکر، اخلاص وغیرہ سے اپنے آپ کو آراستہ کرنا اور اخلاقِ رزیلہ مثلاً ریا، کبر، حب جاہ، حب مال، کینہ، بغض حسد وغیرہ سے اپنے نفس کو پاک کرنا ہے۔ اس مقصد کے وصول کے لئے کسی متبع شریعت شیخ کامل کی طرف سے تلقین کئے جانے والے ذکر، شغل، مخصوص طریقے سے لا الہ اللہ، اللہ اللہ، الا اللہ، وغیرہ کی ضربیں لگانا ذرائع اور وسائل ہیں، جن سے مقصود اپنے نفس کو پاک کرنا ہے۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

اسی طرح موجودہ دعوت وتبلیغ کا جو نظام ہے، چلّے، چار ماہ، سال، سہ روزہ لگانا اور مخصوص طریقے سے گشت وغیرہ، یہ سب از قبیل ذرائع اور وسائل ہیں، اصل مقصود تمام انسانیت کو اللہ کے احکامات کا پابند بنانا اور رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات کو عام کرنا ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا الیاسؒ حضرت ندویؒ کے نام ایک مکتوب میں فرماتے ہیں ہیں کہ

> ”اصل جو تبلیغ ہے وہ صرف دو امر کی ہے اور باقی جو ہیں اس کی شکل اور صورت بٹھانے کے لئے ہیں، تو وہ دو چیزیں ایک مادی ہے اور ایک روحانی۔ مادی سے مراد جوارح سے تعلق رکھنے والی ہے۔ سو وہ تو یہ ہے کہ حضور ﷺ کی لائی ہوئی باتوں کو پھیلانے کے لئے ملک بہ ملک اور اقلیم بہ اقلیم جماعتیں بنا کر پھرنے کی سنت کو زندہ کر کے فروغ دینا اور پائیدار کرنا۔“[6]

بوقت ضرورت خاص نصاب مقرر کرنا

نیز کسی خاص موقع پر لوگوں کی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے خاص نصاب مقرر کیا جا سکتا ہے، تبلیغی حضرات نے چھ صفات کی تحصیل وتعلیم کو تبلیغی جماعت نے موجودہ دور کے لوگوں کے عمومی حالات کو سامنے رکھتے ہوئے خاص کیا ہے، انہوں نے لوگوں کی ضرورت اور حیثیت کو سامنے رکھتے ہوئے یہ نصاب مقرر کیا ہے اور اس طرح خاص طرز اختیار کرنے کا ثبوت رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ مخاطب کو دیکھ کر اس کو کسی خاص عمل کی تلقین فرماتے تھے۔ مثلاً ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کونسا عمل افضل ہے؟ تو آپ نے ایک عمل کی نشادہی اور راہنمائی فرمائی، دوسرے وقت میں کسی اور صحابی نے یہی سوال کیا تو آپ نے دوسرے عمل کی فضیلت کی نشاندہی فرمائی۔ چند احادیث اس حوالے سے ملاحظہ فرمائیں:

۱۔۔حَدَّثَنَا صَاحِبُ وَأَشَارَ إِلَى دَارِ عَبْدِ اللَّهِ، هَذِهِ الدَّارِ، قَالَ:" سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ؟ قَالَ: الصَّلَاةُ عَلَى وَقْتِهَا، قَالَ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ، قَالَ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي بِهِنَّ وَلَوِ اسْتَزَدْتُهُ لَزَادَنِي.[7]

ترجمہ: ہم سے ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے، انہوں نے کہا کہ مجھے ولید بن عیزار کوفی نے خبر دی، کہا کہ میں نے ابوعمرو شیبانی سے سنا، وہ کہتے تھے کہ میں نے اس گھر کے مالک سے سنا، (آپ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف اشارہ کر رہے تھے) انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے وقت پر نماز پڑھنا، پھر پوچھا، اس کے بعد، فرمایا والدین کے ساتھ نیک معاملہ رکھنا۔ پوچھا اس کے بعد، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ تفصیل بتائی اور اگر میں اور سوالات کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور زیادہ بھی بتلاتے۔

۲۔۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أَيُّ الأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: إِيمَانٌ بِاللَّهِ، قَالَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، قَالَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: حَجٌّ مَبْرُورٌ "، وَفِي رِوَايَةِ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ: إِيمَانٌ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ.[8]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ”اللہ عزوجل پر ایمان لانا۔“ پوچھا گیا: پھر اس کے بعد کون سا؟ آپ نے فرمایا: ”اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔“ پوچھا گیا: پھر کون سا؟ فرمایا: ”حج مبرور (ایسا حج جو سراسر نیکی اور تقوے پر مبنی اور مکمل ہو۔)“ محمد بن جعفر کی روایت میں ”اللہ اور اس کے رسول پر ایمان“ کے الفاظ ہیں۔

۳۔۔عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، أَنَّهُ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ:" عَلَيْكَ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَا عِدْلَ لَهُ[9]

ترجمہ: حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے کوئی عمل بتا دیجیے۔ فرمایا: اپنے اوپر روزے لازم کرو اس لئے کہ اس جیسا کوئی عمل نہیں۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

۴۔۔أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ أَعْمَالِكُمْ، وَأَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيكِكُمْ، وَأَرْفَعِهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرٌ لَكُمْ مِنْ إِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالوَرِقِ، وَخَيْرٌ لَكُمْ مِنْ أَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوا أَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوا أَعْنَاقَكُمْ؟ قَالُوا: بَلَى. قَالَ: "ذِكْرُ اللهِ تَعَالَى۔[10]

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا میں تمہیں تمہارے اعمال میں سے بہترین (عمل) کے بارے میں نہ بتاؤں، جو تمہارے مالک کے نزدیک پاکیزہ ترین، تمہارے درجات میں بلند ترین، تمہارے لئے سونا چاندی خرچ کرنے سے اچھا اور تمہارے لئے اس بات سے بھی بہتر کہ تم اپنے دشمن سے آمنا سامنا کرو تو تم ان کی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں ماریں۔" صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: کیوں نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کا ذکر۔

۵۔۔عن عبد الله ابن عمر رضي الله عنهما قال : كنت مع رسول الله r فجاءه رجل من الأنصار فسلم على النبي ثم قال : يا رسول الله ! أي المؤمنين أفضل ؟ قال : أحسنهم خلقا ، قال : أي المؤمنين أكيس ؟ قال : أكثرهم ذكرا للموت وأحسنهم لما بعده استعدادا أولئك الأكياس .[11]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں اللہ کے رسول کے پاس موجود تھا کہ ایک انصاری صحابی آئے، آپ ﷺ سے سلام کیا اور کہنے لگے کہ اے اللہ کے رسول! سب سے افضل مومن کون ہے؟ آپ نے جواب دیا: جو ان میں سب سے اچھے اخلاق والا ہے، انصاری صحابی نے پھر سوال کیا کہ سب سے عقلمند مومن کون ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: جو ان میں سب سے زیادہ موت کو یاد کرنے والا اور موت کے بعد تیاری کرنے والا ہے، یہی لوگ ہیں جو عقلمند ہیں۔

۶۔۔عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيُّ الإِسْلاَمِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: مَنْ سَلِمَ المُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ، وَيَدِهِ.[12]

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ لوگوں نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول! کون سا (صاحب) اسلام افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: "جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

۶۔۔عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ الإِسْلاَمِ خَيْرٌ؟ قَالَ: تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلاَمَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ.[13]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ سے روایت ہے، ایک آدمی نے نبی ﷺ سے سوال کیا، کون سا اسلام بہتر ہے؟ تو آپ نے فرمایا: "تم کھانا کھلاؤ اور سب کو سلام کرو، (عام اس سے کہ) تم اسے پہچانتے ہو یا نہیں پہچانتے ہو

۶۔۔عن ابی سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ أُنَاسًا مِنَ الْأَنْصَارِ سَأَلُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ يَسْأَلْهُ أَحَدٌ مِنْهُمْ إِلَّا أَعْطَاهُ حَتَّى نَفِدَ مَا عِنْدَهُ، فَقَالَ لَهُمْ حِينَ نَفِدَ كُلُّ شَيْءٍ:" أَنْفَقَ بِيَدَيْهِ مَا يَكُنْ عِنْدِي مِنْ خَيْرٍ لَا أَدَّخِرْهُ عَنْكُمْ، وَإِنَّهُ مَنْ يَسْتَعِفَّ يُعِفَّهُ اللَّهُ، وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللَّهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللَّهُ، وَلَنْ تُعْطَوْا عَطَاءً خَيْرًا وَأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ[14]

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ چند انصاری صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگا اور جس نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیا، یہاں تک کہ جو مال آپ کے پاس تھا وہ ختم ہو گیا۔ جب سب کچھ ختم ہو گیا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں سے دیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بھی اچھی چیز میرے پاس ہو گی میں اسے تم سے بچا کے نہیں رکھتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ جو تم میں (سوال سے) بچتا رہے گا اللہ بھی اسے غیب سے دے گا اور جو شخص دل پر زور ڈال کر صبر کرے گا اللہ بھی اسے صبر دے گا اور جو بے پرواہ رہنا اختیار کرے گا اللہ بھی اسے بے پرواہ کر دے گا اور اللہ کی کوئی نعمت صبر سے بڑھ کر تم کو نہیں ملی۔

۷۔۔عنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:" خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ". قَالَ: وَأَقْرَأَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ فِي إِمْرَةِ عُثْمَانَ حَتَّى كَانَ الْحَجَّاجُ، قَالَ: وَذَاكَ الَّذِي أَقْعَدَنِي مَقْعَدِي هَذَا[15]

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

ترجمہ: ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، کہاہم سے شعبہ بن حجاج نے بیان کیا، کہا کہ مجھے علقمہ بن مرثد نے خبر دی، انہوں نے سعد بن عبیدہ سے سنا، انہوں نے ابوعبدالرحمٰن سلمی سے اور انہوں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن مجید پڑھے اور پڑھائے۔ سعد بن عبیدہ نے بیان کیا کہ ابوعبدالرحمٰن سلمی نے لوگوں کو عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت سے حجاج بن یوسف کے عراق کے گورنر ہونے تک قرآن مجید کی تعلیم دی۔ وہ کہا کرتے تھے کہ یہی حدیث ہے جس نے مجھے اس جگہ (قرآن مجید پڑھانے کے لیے) بٹھار کھاہے۔

مذکورہ بالا ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ایک وقت کی مناسبت سے ایک جوان کی اس طرح راہنمائی فرمائی کہ فعلیک الصوم یعنی تم پر روزے رکھنا لازم ہے۔ دوسرے بعض صحابہ کو ذکر اللہ اور تلاوت کی تلقین فرمائی اور بعض کو اطعام المساکین کا حکم دیا کہ مساکین کو کھانا کھلانا ہے اور بعض کو سلام کرنے کا حکم دیاہے۔ ان احادیث اور آپ ﷺ کے مبارک عمل سے معلوم ہورہاہے کہ لوگوں کے حالات اور موقع ومناسبت سے اصلاح اور تربیت کے لئے مختلف وسائل اور اعمال اختیار کیا جاسکتاہے۔ لہذا تبلیغی حضرات جو چھ صفات بیان کرتے ہیں ان کا مقصد یہ ہر گز نہیں ہے کہ سارادین انہی چھ صفات میں بند ہے اور ان کو اختیار کرنے سے دین کے دیگر صفات اور احکامات کی نفی لازم آتی ہو، جیسا کہ ہم پہلے بھی اس کا تذکرہ کر چکے ہیں۔ مولانا الیاسؒ نے تبلیغی جماعت والوں کے لئے ان چھ صفات کی تعلیم اور تحصیل کو خاص کیا، کیونکہ اس زمانہ کے لوگوں کے احوال کا تقاضا اور ضرورت اسی میں ہے اور یہ چھ صفات عبودیت اور بندگی کو کامل کرنے اور تعلق مع اللہ کی عظیم دولت کو حاصل کرنے کے لئے ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ چھ صفاتِ حمیدہ (ایمان، نماز، علم وذکر، اکرام ومسلم، اخلاصِ نیت اور دعوت وتبلیغ) قرآن اور سنت میں اصولی طور پر ثابت ہیں، یہ کوئی نئے چیز نہیں ہیں، ان کو تعلیم وتعلم میں خاص کرنا وسائل شرعیہ اور تربیت اور تعلیم کے زمرے میں آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان چھ نکات کو کوئی بھی دین کے ارکان نہیں کہتا، بلکہ ان کو دعوت کے تعلیمی عنوانات سمجھا جاتا ہے۔ جس طرح درس وتدریس کا نصاب ہوتا ہے اسی طرح یہ ایک نصاب ہے۔

نیز تبلیغی جماعت میں جو مخصوص اوقات یعنی چلہ، چارماہ، تین اور سال لگائے جاتے ہیں، یہ بھی ایک نصاب ہے، جو سہولت اور آسانی کے لئے ترتیب دی گئی ہے۔ یہ کوئی شرعی یا مقصود اور مطلوب نہیں ہے کہ جس کو بعینہ دین سمجھا جائے، بلکہ یہ تو مقصود تک پہنچے کے لئے ایک ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ جس طرح آج کل مدارس میں درس نظامی وغیرہ کی ترتیب ہوتی ہے، جن کو کوئی حکم شرعی نہیں سمجھتا، بلکہ وہ ایک ترتیب ہے اور اسی طرح دنیاوی علوم وغیرہ سیکھنے کے لئے بھی ترتیب ہوتی ہے۔

تبلیغ کے لیے چلہ اور چار مہینے مقرر کرنی حکمتیں

بہر حال تبلیغی جماعت والے چالیس دن، تین سہ روزہ وغیرہ کی ترتیب بنائی ہے، وہ اس ترتیب کو حکم شرعی قرار نہیں دیتے ہیں کہ ان پر اعتراض کیا جائے۔ یہ ترتیب انہوں نے وجہ سے بنائی، کیونکہ چالیس دن لگاتار عمل کرنے سے انسان کے روح اور باطن میں بہت برکت اور تاثیر ہوتی ہے۔ اور اس کے ساتھ شریعت میں اس چالیس کی عدد کو اہمیت حاصل بھی ہے۔ ذیل میں چند نصوص ملاحظہ فرمائیں:

ا۔۔ماں کے پیٹ میں انسان کی خلقت چالیس دن میں تبدیل ہوتی ہے۔ چناچنہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ: " إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا، ثُمَّ يَكُونُ فِي ذَلِكَ عَلَقَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يَكُونُ فِي ذَلِكَ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يُرْسَلُ الْمَلَكُ فَيَنْفُخُ فِيهِ الرُّوحَ وَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ بِكَتْبِ رِزْقِهِ، وَأَجَلِهِ، وَعَمَلِهِ، وَشَقِيٌّ، أَوْ سَعِيدٌ، فَوَالَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ، فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا، وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا[16]

ترجمہ: حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے ہر ایک شخص کا مادہ تخلیق چالیس دن تک اس کی ماں کے پیٹ میں اکٹھا کیا جاتا ہے، پھر وہ اتنی مدت (چالیس دن) کے لیے علقہ (جونک کی طرح رحم کی دیوار کے ساتھ چپکا ہوا) رہتا ہے، پھر اتنی ہی مدت کے لیے مضغہ کی شکل میں رہتا ہے (جس میں ریڑھ کی ہڈی کے نشانات دانت سے چبائے جانے کے نشانات سے مشابہ ہوتے ہیں۔) پھر اللہ تعالیٰ فرشتے کو بھیجتا ہے جو (پانچویں مہینے نیوروسیل، یعنی دماغ کی تخلیق ہو جانے کے

ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

بعد)اس میں روح پھونکتا ہے۔ اور اسے چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے کہ اس کا رزق، اس کی عمر، اس کا عمل اور یہ کہ وہ خوش نصیب ہو گا یا بد نصیب، لکھ لیا جائے۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں! تم میں سے کوئی ایک شخص اہل جنت کے سے عمل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ جب اس کے اور جنت کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو (اللہ کے علم کے مطابق) لکھا ہوا اس پر غالب آ جاتا ہے تو وہ اہل جہنم کا عمل کرلیتا ہے اور اس (جہنم) میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور تم میں سے ایک شخص اہل جہنم کے سے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جہنم کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو (اللہ کے علم کے مطابق) لکھا ہوا اس پر غالب آ جاتا ہے اور وہ اہل جنت کا عمل کرلیتا ہے اور اس (جنت) میں داخل ہو جاتا ہے۔

۲۔۔وَ اِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً۔[17]

ترجمہ: اور جب ہم نے موسیٰ سے چالیس رات کا وعدہ فرمایا

اس آیت کے ذیل میں امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

وبهذا استدل الصوفية على الوصال وان افضله اربعون يوما.[18]

ترجمہ: اس آیت مبارکہ سے صوفیاء نے چالیس دن کے صومِ وصال پر استدال کرتے ہیں۔

۳۔۔عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ، عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ:" مَنْ صَلَّى فِي مَسْجِدٍ جَمَاعَةً أَرْبَعِينَ لَيْلَةً لَا تَفُوتُهُ الرَّكْعَةُ الْأُولَى مِنْ صَلَاةِ الْعِشَاءِ، كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِهَا عِتْقًا مِنَ النَّارِ[19]

ترجمہ: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: ”جس شخص نے مسجد میں چالیس دن تک جماعت کے ساتھ نماز پڑھی، اور نماز عشاء کی پہلی رکعت فوت نہ ہوئی، تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں اس کے لیے جہنم سے آزادی لکھ دے گا.

مذکورہ احادیث میں سے پہلی حدیث میں بتایا گیا ہے کہ انسان کا مادہ (نطفہ) اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن جمع کیا جاتا ہے، پھر چالیس دن تک وہ خون کا لوتھڑا رہتا ہے، پھر چالیس دن تک گوشت کا ٹکڑا یعنی انسان کی خلقت رحمِ مادر میں تین مراحل سے گزرتا ہے اور ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے کی طرف منتقل ہونے میں چالیس دن لگتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجتا ہے اور وہ اس میں روح پھونکتا ہے اور اس فرشتے کو چار باتیں لکھنے کا حکم ہوتا ہے، اس کے اعمال، روزی، عمر اور وہ نیک ہے یا بد بخت؟ یہ چیزیں لکھ دی جاتی ہیں۔

دوسری حدیث میں چالیس دن تکبیر اولی کے ساتھ نماز پڑھنے سے انسان جہنم سے بچایا جاتا ہے اور ساتھ وہ نفاق سے بری ہو جاتا ہے اور آیت مبارکہ میں ذکر ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت موسی علیہ السلام سے ملاقات کے لئے چالیس دن مقرر کیا تھا۔

مذکورہ ان احادیث اور آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ چالیس دن اور چار مہینے کی جو میعاد ہے اس میں کوئی خاص بات ہے، اسی حکمت کو سامنے رکھتے ہوئے تبلیغی حضرات نے چالیس اور چارہ مہینے مقرر کیے ہیں، ورنہ یہ کوئی حکمِ شرعی نہیں ہے۔

مخصوص طریقے سے گشت کرنا

اسی طرح تبلیغی جماعت والے جو مخصوص طریقے سے گشت کرتے ہیں، وہ ایک ترتیب ہے جو کہ دین سیکھنے کا ذریعہ اور وسیلہ ہے، اور اس مخصوص طریقے کو کوئی عبادت مقصودہ نہیں سمجھتا۔ اور باقی نفسِ گشت کرنا یعنی کسی کو اچھائی کی دعوت دینا رسول اللہ ﷺ کے عمل سے ثابت ہے۔ اور قرآن مجید میں بھی اس کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

وَ لْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَیْرِ وَ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِؕ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ[20]

ترجمہ: اور ضرور تم میں ایک ایسی جماعت ہو جو لوگوں کو خیر کی طرف بلائے اور برائی سے منع کرے، وہ وہی لوگ کامیاب ہیں۔

سورۃ الحجر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ[21]

ترجمہ: اور اپنے قریبی لوگوں کو (شرک کے نتیجے میں) اللہ کی عذاب سے ڈرائے۔

اور یہ بھی حکم دیا کہ

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ[22]

ترجمہ: پس تو اس حکم کو جو تجھے کیا جارہا ہے کھول کر سنادے اور مشرکین سے اعراض کرے۔

اور سورۃ المدثر میں فرماتا ہے کہ

يٰاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ[23]

ترجمہ: اے کپڑے اوڑھنے والے! کھڑا ہو جاؤ اور (لوگوں کو شرک کی برائی سے) آگاہ کردے۔

مذکورہ ان آیات میں لوگوں خیر کی بات پہنچانے، اچھائی کی طرف دعوت دینے اور برائی اور بدی سے لوگوں کو منع کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے بذات خود یہ عمل کیا ہے۔ چنانچہ مکہ مکرمہ ہر ایک کو دعوت دین کی دعوت دیتے تھے، اس دعوت الی اللہ کی غرض سے طائف کا سفر فرمایا تھا۔ مختلف قبائل اسلام کی دعوت دیتے تھے، اور حج کے موسم میں باہر سے آنے والوں کو خصوصی دعوت الی اللہ دیتے تھے۔

الغرض اللہ نے اچھائی کی طرف بلانے کا حکم دیا ہے اور برائی سے منع کرنے کا حکم دیا ہے اور یہی عمل ہمارے آقاء ﷺ نے بھی کیا اور اس کا حکم دیا ہے۔ تبلیغ والے بھی اچھائی کی طرف بلاتے ہیں اور گناہوں سے بچنے کی تاکید کرتے ہیں، یہ ایک حکم شرعی ہے، دین کا ذرا علم رکھنے والا کوئی انسان اس پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا ہے۔

لہذا مذکورہ تفصیل سے یہ معلوم ہو گیا کہ دین کی دعوت و تبلیغ کرنا شریعت کا ایک حکم اور فرض کفایہ ہے، اور شریعت میں اس کے لیے کوئی مخصوص طریقہ متعین نہیں کیا گیا ہے کہ اسی طریقے کے مطابق دعوت و تبلیغ کا کام کیا جائے اور اس کے علاوہ کسی اور طریقے سے تبلیغ کرنا ناجائز ہو گا، بلکہ حالات اور زمانہ وماحول کے لحاظ سے تبلیغ دین کے طریقے مختلف ہو سکتے ہیں اور ہوتے رہے ہیں، کیونکہ شریعت نے تبلیغ کے لئے جائز ذرائع اور وسائل کے استعمال پر کوئی پابندی نہیں لگائی ہے۔ لہذا اور مروجہ مخصوص طریقے سے دعوت و تبلیغ کرنا اس کا ایک ذریعہ اور وسیلہ ہے اور ذریعہ اور وسیلہ زمان اور مکان کے اعتبار سے بدلتے رہتے ہیں۔ لہذا گشت کے اس مروجہ طریقے کو بدعت سیئۃ کہنا اصولی اعتبار سے درست نہیں ہے۔

خلاصہ بحث

خلاصہ کلام یہ ہے کہ موجودہ زمانے دین کے حصول کے لئے جتنے بھی طریقے ہیں ان میں سے اکثر قرآن اور حدیث میں ثابت نہیں ہیں اور نہ ہی ان کا ثابت ہونا ضروری ہے، بس اتنا ہونا کافی ہے کہ ایسے ذرائع کسی صریح نص کے خلاف نہ ہوں اور بذاتِ خود حرام نہ ہوں تو وہ شریعت کی نظر میں قابلِ قبول اور جائز وسائل شمار ہوں گے۔

مصالح کے تحت اختیار کیا۔ مثلاً قرآن مجید کو ایک مصحف میں جمع کرنا، علیم حدیث کی تدوین، مدارس اور خانقاہی نظام وغیرہ، یہ تمام امور دینی مقاصد کے لئے اختیار کیے گئے ہیں اور یہ سب وسائل تھے۔

اسی طرح تبلیغی جماعت میں جو مخصوص نصاب مقرر کیا گیا ہے، تبلیغِ دین کے لیے مخصوص طریقے سے گشت کیا جاتا ہے اور دعوت دین کے لیے مخصوص ایام یعنی تین دن، چار مہینہ اور سال وغیرہ لگایا جاتا ہے، یہ تمام چیزیں وسائل وذرائع اور دعوتی ایک نظم وترتیب ہے اور اس کو کوئی حکمِ شرعی نہیں سمجھتا۔ یہ طریقہ اور صورت بعینہ اگرچہ عہدِ نبوی

ﷺ میں موجود نہ تھی، مگر اس کے اجزاء قرآن، سنت اور سیرت سے ثابت ہیں۔ اور یہ سب احداث للدین ہیں نہ کہ احداث فی الدین ہے جو کہ بدعت ہے۔ اور یہ چیزیں دین سیکھنے سکھانے کے ذرائع ہیں۔ اس لئے ان پر بھی ثواب ملے گا جس طرح مقاصد پر عمل کی صورت میں ثواب ملتا ہے۔

لہذا دیانت اور حقیقت کا تقاضا یہ ہے کہ تبلیغی جماعت کے مخصوص اعمال کو بدعت کہنا در حقیقت بدعت کی حقیقت سے واقف نہ ہونا اور مقاصد یعنی عبادات اور وسائل میں فرق نہ کرنا ہے۔

ہاں البتہ اگر ان وسائل کو مقاصد کا درجہ دیا جائے، اس مخصوص طریقے کو سنت، دین کا لازمی جز یا عبادتِ مقصودہ سمجھا جائے اور مقاصد نظروں سے اوجھل ہو جائیں، تو یہ وسائل اور ذرائع بدعت بن جائیں گے۔ اس لئے علماء کرام کو چاہیے کہ وقتاً فوقتاً عوام الناس کو آگاہ کرتے رہیں کہ موجودہ جو نظام ہے یہ اصلاً دین نہیں ہیں بلکہ وسائل ہیں، ان کو اصلاً دین نہ سمجھا جائے۔

حوالہ جات وحواشی

---

[1] الاعتصام، مؤلف ابراھیم بن موسی شاطبی، جلد ا ص ۴۹، ناشر: دار ابن الجوزی، سن طباعت ۲۰۰۸ء

[2] نووی شرح مسلم جلد ا ص ۲۸۵

[3] الاعتصام، مؤلف ابراھیم بن موسی شاطبی، جلد ا ص ۵۰،، ناشر: دار ابن الجوزی، سن طباعت ۲۰۰۸ء

[4] (جامع العلوم والحکم ص ۱۹۳)

[5] تعلیم الاسلام حصہ چہارم ۲۷

[6] ارشادات مکتوب حضرت مولانا الیاس صاحبؒ بنام حضرت ابو الحسن علی ندویؒ، ص ۱۷۵، مرتبہ افتخار احمد فریدی

[7] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح (صحیح بخاری) کتاب مواقیت الصلاۃ / حدیث: ۵۲۷، قاہرہ: دار طوق النجاۃ، ۲۰۰۱ء۔

[8] مسلم، مسلم بن حجاج نیشاپوری، صحیح مسلم / کتاب الإیمان / حدیث: ۲۴۸، بیروت: دار إحیاء التراث العربی، ۱۹۹۱ء۔

[9] نسائی، احمد بن شعیب، سنن النسائی الکبریٰ، / کتاب الصیام / حدیث: ۲۲۲۴، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1991ء۔

[10] ابن ماجہ، محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۳۷۹۰، قاہرہ: دار إحیاء الکتب العربیۃ، ۱۹۷۲ء۔

[11] ابن ماجہ، محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۴۲۵۹ قاہرہ: دار إحیاء الکتب العربیۃ، ۱۹۷۲ء۔

[12] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح (صحیح بخاری)، کتاب الایمان حدیث نمبر ۱۱، ۲۰۰۱ء۔ء

[13] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح (صحیح بخاری)، کتاب الایمان حدیث نمبر ۲۸، قاہرہ: دار طوق النجاۃ، ۲۰۰۱ء۔

[14] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح (صحیح بخاری)، کتاب الایمان حدیث نمبر ۶۴۷۰، قاہرہ: دار طوق النجاۃ، ۲۰۰۱ء۔

[15] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح (صحیح بخاری)، کتاب فضائل القرآن / حدیث: ۵۰۲۷، قاہرہ: دار طوق النجاۃ، ۲۰۰۱ء۔

[16] مسلم، مسلم بن حجاج نیشاپوری، صحیح مسلم، / کتاب القدر / حدیث: ۶۷۲۳ بیروت: دار إحیاء التراث العربی، 1991ء۔

[17] سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۵۱

[18] قرطبی، محمد بن احمد، الجامع لأحکام القرآن، جلد ا ص ۴۳۵، قاہرہ: دار الکتب المصریۃ، ۱۹۶۴ء۔

ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

[19] ابن ماجہ، محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، کتاب المساجد والجماعات حدیث نمبر ۷۹۸ قاہرہ: دار إحیاء الکتب العربیۃ، 1972ء۔

[20] سورۃ ال عمران آیت نمبر ۱۰۴۔

[21] سورۃ الشعراء آیت ۲۱۴۔

[22] سورۃ الحجر آیت نمبر ۹۴۔

[23] سورۃ المدثر آیت نمبر ۱۔۲۔